ایک تحقیقی جائزہ

بعنوان:

نون مخفی یا تنوین کے بعد حروف مستعلیہ آنے پر آیا غنہ مفخم ہوگا یا مرقق ؟

ازقلم :

شیخ القراء حضرت مولانا قاری ومقری محمد صدیق صاحب

سانسرودی دامت برکاتہم العالیہ

(صدر القراء دار العلوم فلاح دارین ،ترکیسر ،سورت ، گجرات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کو اللہ رب العزت نے بہت ہی صاف ستھری اور فصیح ترین عربی زبان میں نازل فرمایا، اور خود ہی اس کی مختلف الجہات حفاظت کا ذمہ بھی لیا، اور وقت نزول ہی سے اس کے فصیح ترین تلفظ و ادا کا التزام فرمایا، چنانچہ اولا حضرت جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں قرآن کریم لاتے ہوئے اس کے صاف ستھرے اور فصیح ترین تلفظ کا اہتمام فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بلند معیار تلفظ کو سنبھالا اور اپنے پروانوں کو بھی ایسی ہی نفیس ادا اور تلفظ کے کمال کے ساتھ کتاب مبین کی تعلیم و تلقین فرمائی، پھر حضرات صحابۂ کرام نے بھی نبوی تلفظ و ادا کو بڑی عرق ریزی سے اپنے بعد والوں تک منتقل فرمایا، اسی طرح طبقۂ تابعین و تبع تابعین نے بھی اپنے بعد والوں تک مکمل سلامتی تلفظ کے ساتھ منتقل فرمایا۔

لیکن اب تک ہونے والی تلفظ و ادا کی یہ حفاظت شفوی وصدری تھی، کہ ہر شاگرد اپنے استاذ کو پورا کان بنکر بالمشافہہ سنتا اور اپنی ادا کو بڑی عرق ریزی سے استاذ کی ادا کے ساتھ منطبق کرتا، لیکن پھر جب ایک دور ایسا آیا کہ ہمتوں میں پستی آنے لگی، اور شوق و ذوق کے ساتھ حافظہ اور حفاظت کے اہتمام میں بھی کمی آنے لگی، اور اس طرح دھیرے دھیرے نبوی ادا کو ملاوٹ کا اندیشہ وخطرہ لاحق ہونے لگا، تو اللہ کے وہ موفق بندے جنہوں نے اداء نزول ہی کو اپنی تمام تر محنت و توجہ کا مرکز اور شب و روز کا مشغلہ بنا رکھا تھا، انہوں نے لسان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئیں صاف ستھری اور پاکیزہ و نفیس ادا کو خطرات سے بچانے و محفوظ کرنے کے لئے قید تحریر میں لانے کی ضرورت محسوس فرمائی، اور طویل عرصے کی عرق ریزی اور کئی سالوں کی محنت و غور و فکر کے بعد مشائخ کی ادا و تلفظ میں پائی جانے والی تمام تر باریکیوں کو نہایت ہی مناسب اور موزوں الفاظ و تعبیرات کا جامہ پہنایا اور ان کو عبارت میں من و عن منتقل کر دیا، پھر دھیرے

دھیرے تعبیرات میں نکھار آتا گیا اور اس طرح الحمدللہ یہ فن ہر طرح نکھر کر اور سنور کر سامنے آ گیا، اسی لئے ادا کے باب میں علامہ مرعشی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شاگرد کے لیے تو معیار اور کسوٹی استاذ ہی ہے، لیکن استاذ کے لیے معیار اور کسوٹی عبارات کتب ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ ارباب فن اور اصحاب وجدان ائمہ نے ادائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو من وعن عبارات کتب میں منتقل کر دیا ہے، لیکن اس کے باوجود بعد کے ادوار میں جب کبھی کسی کو کسی حرف یا کلمہ کی ادا و تلفظ کے باب میں شبہ ہوا، یا مغالطہ پیش آیا، تو قیاس آرائی واجتہاد سے کام لیتے ہوئے ایسی چیزوں کو جو کہ غیر منقول وغیر ثابت تھیں اپنی تحقیق واجتہاد کے نام سے ماتحتوں کے سامنے پیش کیا، چونکہ لمبے عرصے تک فن کی خدمت کرنے کی وجہ سے ان کا ایک مقام اور بہت بڑی حیثیت ہوگئی تھی، اس لئے ابتداءً کچھ لوگوں نے ان کی باتوں کو عقیدت کے ساتھ بہت جلد قبول کر لیا، چنانچہ حال کی طرح ماضی میں بھی ایسے قصے پیش آئے، لیکن چونکہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالی نے لیا ہے، تو ایسے مواقع میں اللہ تعالی نے اپنے کچھ بندوں کو توفیق بخشی، جنہوں نے حسب ضرورت اس طرح کے مسائل پر قلم اٹھاتے ہوئے بہت ہی محقق اور مدلل انداز میں جوابات دیئے، اور انکی تردید فرمائی، بلکہ بڑی بڑی مجالس کا انعقاد ہوا، جن میں رجال اتقان نے غلطی کی تردید میں وقیع مقالے پیش کیے، اور مدلل تردید فرمائی، اور رسائل شائع ہوئے، چنانچہ ایسا ہی ایک مسئلہ آج کل اہل فن اور ارباب تجوید وقراءت کی درسگاہوں میں موضوع بحث بنا ہوا ہے اور اختلاف کی شکل اختیار کر گیا ہے، وہ مسئلہ نون ساکن اور تنوین کے اخفا میں تفخیم وترقیق کا ہے۔

لہذا مسئلہ کی نزاکت واہمیت کے پیش نظر ضرورت تھی کہ اس پر بھی قلم اٹھایا جائے، اور فن کے تمام اطراف وجوانب کو سامنے رکھتے ہوئے اس مسئلہ میں پیدا شدہ مغالطہ اور شبہات کا ازالہ کیا جائے، چنانچہ ہم خدام اپنی طرف سے اور تمام قدردان فن کی جانب سے مشفق ومربی حضرت الاستاذ، شیخ القراء واستاذ الاساتذہ، حضرت قاری ومقری محمد صدیق صاحب سانسرودی

دامت برکاتہم العالیہ (صدر القراء دار العلوم فلاح دارین، ترکیسر) کی خدمت مابرکت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں کہ حضرت نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی مسئلۂ ہذا کے سارے پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے ہر ہر اعتراض کا محقق و مدلل اور تسلی بخش جواب تحریر فرمایا اور ہم تلامذہ پر احسان فرمایا، حضرت الاستاذ نے نقلی و عقلی دلائل کی روشنی میں مسئلہ کو مدلل و مبرہن فرمایا اور ایسی تسلی بخش تفہیم فرمائی کہ مسئلہ کی حقیقت و صحیح نوعیت فن سے دلچسپی رکھنے والوں پر واضح ہوگئی۔

اللہ رب العزت آپ کو تمام خدام فن کی جانب سے خوب خوب جزائے خیر عطا فرمائے

۔

یہ گراں قدر علمی تحفہ جو کہ پہلے مکالمہ کی شکل میں تھا اسے اب اہل فن کے شدید اصرار اور بار بار کے مطالبہ پر مضمون کی شکل میں ہدیۂ شائقین کیا جارہا ہے۔

من جانب

اراکین لجنۃ القراءۃ والتجوید

دار العلوم فلاح دارین، ترکیسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نون ساکن وتنوین کے بعد جن پندرہ حروف میں سے کسی حرف کے آنے پر اخفاء ہوتا ہے، ان پندرہ حروف میں سے پانچ مستعلیہ ہیں، باقی دس مستفلہ ہیں، فی زماننا کچھ لوگ ہیں جو پانچ مستعلیہ سے قبل نون ساکن میں اخفاء کرتے ہوئے نون کے غنہ کو مفخم پڑھتے ہیں، اور اس کی توجیہ کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ اخفاء نام ہے بین الاظہار والادغام اداء کا، یعنی اخفاء میں قدرے اظہار ہے تو قدرے ادغام، اور یہ حقیقت ہے کہ ادغام میں ہمیشہ مدغم کو مدغم فیہ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے لہٰذا نون ساکن کے بعد حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف آئے مثلاً (أَنْ صَدُّوْكُمْ)، أَنْ طَهِّرا) تو یہ نون مخفی گو باریک ہے، مگر اس میں قدرے ادغام ہونے کی وجہ سے اس نون کو بعد

والے مستعلیہ کے رنگ میں رنگنا ہوگا لہذا حرف مستعلیہ کی طرح نون کو بھی مفخم پڑھنا چاہئے اور ان حضرات نے اپنے اس نظریہ پر چند دلائل بھی پیش کئے ہیں مثلا ایک دلیل تو شیخ مراد عثمان کی کتاب السلسبیل الشافی فی احکام التجوید الوافی سے پیش کرتے ہیں

وفخم الغنة إن تلاھا ★ حروف الاستعلاء لا سواھا

یعنی نون مخفی جب مستعلیہ کے ساتھ ہو تو اس کے غنہ کو مفخم ادا کرو اور جب مستفلہ کے ساتھ ہو تو اس کے غنہ کو باریک ادا کرو۔

مگر یہ پہلی دلیل جو ان حضرات کی طرف سے پیش کی جارہی ہے اس میں تو صرف ان حضرات کا نظریہ ہی نظر آرہا ہے، دلیل تو ہے نہیں البتہ ایک دوسری عبارت میں ان کی دلیل موجود ہے جو صاحب لآلی البیان فی تجوید القرآن شیخ ابراہیم بن علی سمنودی کی ہے اور وہ یہ ہے

وتتبع الالف ماقبلھا ★ والعکس فی الغن أُلِفَ

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نون مخفی بھی تفخیم وترقیق میں الف کی طرح تابع ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ الف اپنے ماقبل کے اور نون مخفی اپنے مابعد کے تابع ہوتا ہے۔

مگر ذرا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کوئی اتنی مضبوط دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ ان حضرات کا یہ قیاس خلاف اصول ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ الف تو اپنی ذات ہی کے وجود میں مستقل نہیں، بلکہ ماقبل کے تابع ہوتا ہے، تو پھر صفات میں تابع ہونا معقول ہے جبکہ نون مخفی تو اپنی ذات کے وجود میں مستقل ہے، تو پھر صفات میں اور وہ بھی مابعد کے تابع کس طرح ہوسکتا ہے، پھر یہ کہ ائمۂ متقدمین نے نون مخفی کی تفخیم وترقیق سے بحث ہی نہیں کی بلکہ حضرات سلف نے حروف مشترکہ بین التفخیم وترقیق تین ہی بیان فرمائے ہیں اور وہ الف ''ر'' اور لام اسم جلالہ ہے، سوائے ان تینوں کے کسی حرف کو مشترک ذکر نہیں کیا، نیز غیر جمہور کی طرف نسبت کرتے ہوئے

اگر کسی حرف کو ذکر کیا بھی گیا ہے تو وہ صرف واو مد ہے مگر نون مخفی کو تو نہ اول کے ساتھ ذکر کیا ہے نہ ثانی کے ساتھ یعنی اس کی تفخیم وترقیق سے مطلقا تعرض ہی نہیں کیا ہے اگر نون کا مسئلہ بھی اس قبیل سے ہوتا تو ضرور بیان فرماتے۔

ایک اور دلیل بھی ان حضرات نے پیش فرمائی ہے جو ذرا وزندار ہے، وہ یہ کہ اخفاء نام ہے بین الاظہار والادغام ادا کا یعنی اخفاء میں قدرے اظہار ہے تو قدرے ادغام، اور ادغام میں ہمیشہ مدغم کو مدغم فیہ کے رنگ میں رنگ کر ادا کیا جاتا ہے، لہذا نون ساکن کے بعد حروف مستعلیہ میں سے کسی حرف کے آنے پر تو نون مخفی کو بھی حرف مستعلیہ کا رنگ دیتے ہوئے قدرے تفخیم کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔

مگران کی اس دلیل میں بھی کوئی وزن نظرنہیں آتا کیونکہ اخفاء نام ہے اظہار وادغام کے درمیان کی ادا کا، اب اولا تو یہ نکتہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ ادغام میں ایک مدغم ہوتا ہے اور ایک مدغم فیہ اور پہلے کو دوسرے میں داخل کیا جاتا ہے، چنانچہ زبان کو بجائے مدغم کے مخرج میں لگانے کے مدغم فیہ کے مخرج میں لگایا جاتا ہے، یوں مدغم کو اداء کرتے ہوئے بھی زبان مدغم فیہ ہی کے مخرج میں لگتی ہے، اس سے اخفاء میں بھی یہ سمجھنا کہ ایک مخفی ہوتا ہے اور ایک مخفی فیہ، اور یہ سمجھنا کہ بوقت اخفاء مخفی کو مخفی فیہ میں داخل کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مخفی میں مخفی فیہ کا رنگ آجاتا ہے، یعنی نون ساکن وتنوین کے بعد حروف مستعلیہ کے آنے پر اداءِ اخفاء میں نون کا غنہ بھی مفخم ہوگا، تو یہ سرے سے غلط ہے، کیونکہ اخفاء میں حرف مخفی کو کسی دوسرے حرف میں نہیں چھپایا جاتا بلکہ اپنی ہی ذات میں چھپایا جاتا ہے اسی لئے اخفاء تو نام ہے **اخفاء الحرف فی نفسہ لا فی غیرہ** یعنی یہ اخفاء نون کی ذات ہی سے متعلق ہے، نہ کہ بعد والے حرف سے جیسا کہ شیخ شمس الدین البقری تحریر فرماتے ہیں **مع بقاء الغنة فی الحرف المخفی** (المقدمۃ البقریۃ ص/ ۹۵)، برخلاف ادغام کہ اس میں ہمیشہ مدغم کو مدغم فیہ میں داخل کیا جاتا ہے، یعنی بوقت ادغام مدغم فیہ ہی کے مخرج

وصفات کا استعمال کیا جاتا ہے، لیکن اخفاء میں ایسا بالکل نہیں ہوتا، بلکہ نون مخفی کو اپنے ہی مخرج یعنی طرف زبان اور مسوڑھوں ہی سے ادا کیا جاتا ہے، نہ کہ بعد والے حروف مستعلیہ کے مخرج سے، جیسا کہ صاحب رعایہ فرماتے ہیں **والاخفاء إنما هو أن يخفى الحرف فى نفسه لا فى غيره، والإدغام: إنما هو أن يدغم الحرف فى غيره لا فى نفسه، فتقول: خفيت النون عند السين، واخفيت النون عند السين، ولا تقول: خفيت فى السين، ولا أخفيتها فى السين، ونقول: أدغمت النون فى الواو، ولا تقول أدغمت عند الواو فاعرف الفرق بين هذه التراجم تبن لك المعانى إن شاء الله تعالى۔** (الرعایۃ ص/۲۶۹)

اسی طرح شیخ مکی بن ابی الطالب القیسی اپنی کتاب **الكشف عن وجوه القراءات السبع** میں نون مخفی ہی سے متعلق تحریر فرماتے ہیں **فاستعملوها خفية بنفسها** (الکشف ص/۱۶۷) البتہ فرق یہ ہے کہ اظہار کے وقت طرف زبان پورے طور پر (سو فیصد) مسوڑھوں میں لگتی ہے اور اخفاء میں ذرا سی لگتی (یعنی کم فی فیصد لگتی ہے زیادہ فیصد نہیں لگتی) لہذا نون کی ذات بقدرے اتصال زبان ذرا سی ظاہر ہوتی ہے باقی حصہ ظاہر نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ خیشوم سے ایک الف کے بقدر ظاہر ہوتا ہے لہذا اس تھوڑے سے ظہور کو اظہار سے تعبیر کیا گیا ہے اور باقی حصہ کے عدم ظہور کو ادغام سے تعبیر کیا گیا ہے کہ ادغام میں بھی مدغم کی ذات ظاہر نہیں ہوتی، چنانچہ اب یہ کہنا کہ اخفاء میں حروف مخفی کو مخفی فیہ میں داخل کیا جاتا ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے، نیز غور طلب امر یہ بھی ہے کہ اگر اخفاء میں بھی ادغام کی طرح پہلے کو دوسرے میں داخل کیا جاتا تو ادغام کی طرح اخفاء میں بھی تشدید آنی چاہئے تھی حالانکہ اخفاء تشدید سے بالکل عاری ہوتا ہے، جیسا کہ شیخ مکی بن ابی طالب اپنی کتاب **الكشف عن وجوه القراءات السبع** ہی میں تحریر فرماتے ہیں **ولا تشديد فى الاخفاء لأن الحرف أيضا يخفى بنفسه، لا فى غيره، والإدغام إنما هو أن تدغم الحرف فى غيره، ولذلك يقع فيه التشديد،** (الکشف ص/۱۶۶) اسی طرح

ابوعمروعثمان الدنی اپنی کتاب التحدید میں فرماتے ہیں ”والفرق بين المخفى والمدغم أن المخفى مخفَّفَةوالمدغم مشدد والله اعلم “(التحدید ص/۱۲۴، جامع البیان ص/۳۰۱)اسی طرح محقق ابن الجزری النشر میں تحریر فرماتے ہیں : والفرق عند القراء والمجويد بين المخفى والمدغم أن المخفى مخفف، والمدغم مشدد(النشر ص/۳۸۵)ایک اور جگہ لکھتے ہیں التشديد ممتنع مع الاخفاء (النشر ص/۳۸۶) نیز صاحب حق التلاوۃ تحریر فرماتے ہیں والفرق بين الإدغام والإخفاء هو أن الإدغام يصحبه تشديد والإخفاء لا يصحبه تشديد۔

نیز یہ اسلئے بھی بعید از عقل ہے کہ اولا! : اگر نون مخفی میں اس طرح کی تفخیم کو تسلیم کریں گے تو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ مابعد والے حرف مفخم کے مخرج میں ابھی زبان لگی بھی نہیں بلکہ نون ہی کے مخرج میں لگی ہوئی ہے اور مابعد والے حرف کی ذات کا ابھی وجود ہوا بھی نہیں ہے اور اس سے پہلے اس کی صفت پائی گئی ،اور وہ صفت تفخیم اپنے ماقبل کو صفت استعلاء یا تفخیم سے مفخم کر گئی ! تو کیا وجود ذات سے قبل بھی صفت پائی جاتی ہے؟ اور کیا کوئی صفت بلا مخرج کے بھی پائی جاتی ہے؟

پھر ان حضرات کی طرف سے ایک بات یہ بھی کہی جارہی ہے کہ نون مخفی کے بعد حروف مفخم آنے پر نون کو مفخم ادا کرنے میں سہولت ہے مرقق پڑھنے میں تکلف ہے اور اداء قرآنی تکلف سے خالی ہوتی ہے چنانچہ عربی زبان کی عام بول چال میں بھی مجاورت حرورف مفخم کے مواقع میں باریک حرفوں کو بھی پُر بولنا مروّج ہے۔

یہ بات صحیح ہے، عام عربی تکلم میں تو اس کی گنجائش ہوسکتی ہے مگر چونکہ قرآن کریم کا تلفظ واداء منزل من اللہ ہے اور اس میں حروف مفخم ومرقق کو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کی طرح الگ الگ کردیا گیا ہے لہذا قرآن کریم کے تلفظ کو عام عربی تکلم پر قیاس کرنا درست نہیں ہے جیسے رسم

الخط قرآن کریم کا اپنا مستقل ہے جبکہ عام عربی زبان کو اس رسم کا پابند نہیں کیا گیا ہے یہ مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

چنانچہ علامہ جزریؒ نے المقدمۃ الجزریۃ میں ایک باب بعنوان باب استعمال الحروف قائم فرمایا ہے جس کے تحت مجاورت مستعلیہ کی بنا پر مستفلہ کو پُر کرنے کی تردید فرمائی اور ترقیق کی بڑی تاکید فرمائی ہے جیسے باطل کے الف کو مفخم اداء کرنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ الف تو اپنی تفخیم وترقیق میں تابع ہوتا ہی ہے مگر ماقبل کے نہ کہ مابعد کے، لیکن باطل میں تفخیم سے منع فرمایا، جبکہ نون مخفی تو تفخیم وترقیق میں نہ ماقبل کے تابع نہ مابعد کے۔

نیز علامہ جزریؒ ہی نے طیبۃ النشر میں قراءت قرآن بلحون العرب کی تاکید فرمائی ہے ،آپ تلاوت قرآن سے متعلق فرماتے ہیں **مع حسن صوت بلحون العرب - مرتلا مجودا بالعربی -**

اس کی شرح کرتے ہوئے شیخ محمد صادق قمحاوی اپنی شرح الکوکب الدرری میں فرماتے ہیں **ای بلفظ العربی الفصیح و بلغۃ العرب البلغاء** اگلے جملہ پر توجہ دیجئے **لا بلغۃ الاعاجم الذین یفخمون الالفات الواجب ترقیقھا ویسمنون کثیرا من الحروف الاستفال ویتکلفون فی النطق و القراءۃ۔**

اسی طرح استاذ الاساتذہ حضرت قاری انیس صاحب فیض آبادیؒ اپنی ایک وقیع تالیف الفوائد التجویدیۃ میں یوں رقم طراز ہیں کہ غنہ کی آواز خوش کن اور خوش سماعت ہے اس کو پر اداء کرنا غلط ہے اس سے احتراز ضروری ہے۔

پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تلفظ واداء کا مدار نقل وروایت پر ہے اور اس کے لئے سند بیان کرنا ضروری ہے تو اب بتلایئے ! نون مخفی کی تفخیم کے لئے سند کیا ہوگی؟ کیونکہ قرآن کریم کا طرز تلفظ وکیفیت اداء منزل من اللہ ہے اور نزول کے طرز کو ائمۂ امت نے کتابوں میں بالتفصیل

بیان بھی کر دیا ہے جبکہ نون ساکن کی تفخیم مشائخ سے تقریراً وتحریراً کسی طرح منقول نہیں ہے لہذا اس سے ہٹ کر تلفظ غیر مستند ہے اور اداء وتلفظ میں ایک قسم کی تحریف ہے۔

چنانچہ ماضی میں بھی ایسا ہوا ہے کہ کسی منقول ومتواتر اداء سے متعلق جب کسی شیخ کو اپنی عمر کے چالیس پچاس سال بعد اجتہاد کی بنیاد پر مغالطہ پیش آیا تو رجال فن نے سیمینار منعقد کئے اور شفوی وتحریری طور پر اس کی تردید فرمائی۔

رہی وہ بات جو ان حضرات کی طرف سے کہی جارہی ہے کہ نون مخفی کو مستعلیہ کے ساتھ آنے پر پُر پڑھنے میں اور مستفلہ کے ساتھ آنے پر باریک پڑھنے میں تلفظ واداء میں سہولت ہے، اور یہ سہولت عین مطلوب ہے۔

جس کا جواب یہ ہے کہ سہولت کا مطلوب ہونا تو معقول ومسلم ہے البتہ سہولت وصعوبت کا مدار کیفیت نزول پر ہے لہذا نزول میں جن سہولتوں کا لحاظ کیا گیا ہے وہی معتبر ہے اور اسی کی اجازت ہے ورنہ اگر معاملہ امت کے حوالہ کر دیا جاوے تو طبائع کے مختلف ہونے کی وجہ سے کسی کے لئے کوئی اداء آسان اور کسی کے لئے کوئی اور، چنانچہ آج یہ اس کو اداء کی سہولت گردانتے ہیں تو کل کسی اور مقام پر سہولت کا دعوی کریں گے اس طرح تو اداء قرآنی نزولی مسخ ہو کر رہ جائے گی لہذا قرآن کے الفاظ وتلفظ کی وہی آسانی معتبر ہے جو منزل من اللہ ہے۔

بقلم: محمد صدیق سانسرودی
دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات، الھند